میمونہ صدف
ابر دریا اور عید

"اف توبہ ہے۔۔۔ ستمبر آنے کو ہے مگر اب تک مجال ہے کہ گرمی کا زور ٹوٹا ہو۔۔۔ اوپر سے میری عقل بھی پوری ماری ہے جو یہ ریشمی کپڑے پہن کر پیدل نکل گئی۔۔۔ مارے گرمی کے برا حال ہو گیا ہے۔ ایک ہمارا زمانہ تھا کہ ستمبر سے ہی سردی زور پکڑنے لگتی تھی مگر اب۔۔۔ خدایا رحم کر' سب ہمارے گناہوں کی سزا ہے۔" شائستہ بیگم دروازے سے اندر داخل ہوتی گئیں' ماتھے پر آیا پسینہ پونچھتے ہوئے چادر اتار کر پرے پھینکی اور ہاتھ میں تھامے سبزی کے تھیلے کو صحن میں پڑے نواڑی پلنگ پر پٹخا۔

"کیا ہوا ماما۔۔۔؟" طیبہ ماں کی آواز سن کر جھٹ سے پانی کا گلاس تھامے جوں ہی صحن میں آئی' لال سرخ پڑتا ماں کا چہرہ دیکھتے ہی ہاتھ پیر پھول گئے۔

"لگتا ہے بی پی لو ہو گیا۔۔۔ بڑا جی گھبرا رہا ہے۔ ہول اٹھ رہے ہیں۔" پانی کا گلاس ایک ہی سانس میں خالی کرتے ہوئے انہوں نے طیبہ کو تھما دیا۔

"اریدہ کو کہتی ہوں آپ کا بی پی چیک کرے اور میں جلدی سے سکنجبین بنا کر لاتی ہوں۔" ان کی پیشانی کو چھوتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ وہ بھی تپ رہی ہے۔

"ماما! آپ کو تو بخار سا ہو رہا ہے۔" اس نے قدرے فکرمندی سے ماں کا ہاتھ تھاما۔

"ارے نہیں بس چوک سے پیدل چلتی آئی ہوں نا تو پسینے چھوٹ گئے تب ہی بدن تپنے لگا ہے۔۔۔ بل جمع کرانے گئی تھی پھر سوچا واپسی پر سبزی بھی خرید لوں اسی لیے پیدل ہی چل دی۔" انہوں نے گویا اسے تسلی دی۔

اریدہ نے شاید صحن سے ملحقہ باورچی خانے سے ساری گفتگو سن لی تھی تبھی بی پی آپریٹس اور اسٹیتھسکوپ لیے باہر چلی آئی۔ ماں کے بازو پر آپریٹس کا مونومیٹر لپیٹا اور ایئر بلب سے ہوا بھرنے لگی۔

"بس تھوڑا سا کم ہے۔۔۔ پیدل چلی ہیں نا۔ پسینہ بہنے کی وجہ سے ڈاؤن ہو گیا ہو گا۔" بازو کے گرد لپٹے بیگ کو اتارتے ہوئے اس نے سہارا دے کر انہیں اٹھایا اور اندر کمرے تک لے آئی۔

طیبہ کے کالج میں اسپورٹس ویک تھا سو اس نے خود سے چھٹی کر لی۔۔۔ جبکہ اریدہ ناسازی طبیعت کے باعث آج گھر پر تھی۔

"ماما آپ تو ابھی سے ڈھے گئی ہیں۔ ابھی تو آپ کی بہو آنے میں بڑا وقت پڑا ہے۔" لیموں پانی کا گلاس ماں کو تھماتی طیبہ نے یونہی انہیں چھیڑا۔ گلاس تھامتے انہوں نے سرد آہ بھری۔

"بہو نے تو جیسے مجھے تخت پر بٹھا کر میری خدمتیں ہی کرنی ہیں۔۔۔ بیٹا تو کام کا ہے نہیں' بہو نے کیا کام کر کے دینا ہے بھلا۔" ان کے لہجے میں حسرت ہی حسرت تھی۔

"تو بیٹے کو اتنا نکھٹو' کام چور کس نے بنایا۔۔۔؟ آپ نے ماما۔ جب کوئی کام کرنے کے لیے کہو آپ نے ہمیشہ سے اس کی طرف داری کی کہ وہ پڑھ رہا ہے' سو رہا ہے' تھکا ہوا ہے' بیمار ہے۔۔۔ اور خود چل پڑیں کام کرنے۔ دنیا کے سب ہی لڑکے پڑھائی کے ساتھ ساتھ گھر کے کاموں میں بھی ہاتھ بٹاتے ہیں۔۔۔ میں اور طیبہ نہیں ہیں؟ ہم نے کیا پڑھائی کے ساتھ ساتھ گھر نہیں سنبھالا۔۔۔؟ آپ نے ہی اس کے بے جا لاڈ اٹھا اٹھا کر اسے بگاڑا ہے۔" اریدہ اکثر ہی اس بابت ماں سے الجھتی رہتی تھی۔

"اب کیا کروں۔۔۔ اکلوتا بیٹا ہے میرا سو ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا۔"

"ہاں اور وہ واقعتاً" چھالا ہی بن گیا جو اب آپ کو درد دے گا اور دیتا ہی رہے گا۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی کمرے سے باہر چل دی۔

"ہاں ماما یاد آیا فریحہ باجی کی نند کے پاؤں میں موچ آ گئی ہے۔ باجی کا فون آیا تھا کہ یاد سے فون کر کے ان کی نند کی خبر گیری کر لیجیے گا۔" طیبہ نے دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے ہی انہیں مطلع کیا۔ وہ جیسے کسی گہری سوچ میں گم تھیں' چونک گئیں۔

"فون کروں یا عیادت کے لیے چلی جاؤں۔۔۔؟" اسی شش و پنج میں مبتلا انہوں نے طیبہ کی جانب دیکھا

"آپ کی مرضی۔" اس نے شانے اچکاتے فیصلہ ان پر چھوڑا۔

"چل شام کو مجھے یاد کرا دینا فون کر دوں گی۔" تکیے پر سر ٹکاتے انہوں نے کمر سیدھی کی۔

"موبائل لا دوں۔۔۔؟ ابھی کر لیں۔" طیبہ نے اٹھتے ہوئے تجویز پیش کی۔

"نہیں موبائل رہنے دے۔۔۔ نہ وہ مجھے استعمال کرنا آیا اور نہ ہی اس پر مجھے کبھی آواز آئی۔ شام کو پی ٹی سی ایل سے ہی کروں گی۔" دائیں کروٹ لیتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

"دروازہ بھیڑ دینا۔۔۔ کچھ دیر آرام کر لوں۔ بڑی تھکاوٹ ہو گئی ہے۔" طیبہ سر ہلاتے ہوئے دروازہ بند کر گئی۔

☼ ☼ ☼
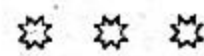
باہر گیٹ سے داخل ہوتے احمد کے ہاتھ سے شاپرز پکڑ کر طیبہ جلدی سے آگے بڑھی۔ باورچی خانے کی سلیب پر رکھ کر اس نے جلدی جلدی ساس پین میں سے چائے پیالیوں میں نکالی۔۔۔ انڈہ پھینٹتی اریدہ نے ایک ایک کر کے کباب نکالے اور انہیں انڈے میں بھگو کر گرما گرم تیل میں ڈالنے لگی۔ اتنے میں طیبہ نے نمکو اور بسکٹ کے پیکٹ کھول کر انہیں پلیٹوں میں قرینے سے سجا کر ٹرالی کی زینت بنایا۔

"اریدہ جلدی کرو۔" طیبہ نے کفگیر سے کباب پلٹتی بہن کو دیکھتے ہوئے کہا جو پہلے ہی جلی بھنی بیٹھی تھی۔

"کیا خود فرائنگ پین میں کود جاؤں؟ جلدی ہی کر رہی ہوں۔" اس نے دانت نکوسے۔

"ہزار بار ماما کو بولا ہے کہ ہمیشہ گھر میں کچھ نہ کچھ رکھا کریں۔۔۔ کوئی اچانک آجاتا ہے پھر عین موقع پر اپنے سپوت کو دوڑاتی ہیں۔ ہفتہ ہو گیا کہتے کہتے کہ قیمہ اور انڈا پٹی لا دیں' کباب اور سموسے بنا کر فریز کر دوں مگر نہیں جی۔۔۔" وہ سخت غصے میں تھی۔

پارہ تو طیبہ کا بھی چڑھا ہوا تھا مگر وہ خاموش کھڑی سنتی رہی۔ اریدہ نے جلدی سے کباب فرائی کر کے پلیٹ میں نکال کر طیبہ کے حوالے کیے جو ٹرالی گھسیٹتی لاؤنج کی جانب بڑھی جہاں مختلف آوازیں گونج رہی تھیں۔

بڑی باجی فریحہ اپنے بچوں اور شوہر کے ہمراہ آئی ہوئی تھیں اور یہ ساری خاطرداری ان کی شان میں کی گئی تھی۔ طیبہ نے چائے سمیت تمام لوازمات سرو کیے۔

"آنٹی! احمد کے ایڈمیشن کا کیا بنا۔۔۔؟" فریحہ باجی کے شوہر جنید نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی تو اسلامی (اسلامک) میں ایڈمیشن ہوا ہے۔ ویسے ایپ کام (ایپ کامز) میں بھی ہو گیا تھا مگر وہاں نہیں لیا اس نے۔۔۔ کہہ رہا تھا کہ Nust کے CSS میں نام آگیا ہے۔۔۔ دیکھیں اب۔" شائستہ بیگم نے چائے کی چسکی لی تو دونوں بہنیں جو کونے میں بیٹھیں اپنے بھانجوں کو کھلا رہی تھیں فلک شگاف قہقہہ لگا کر ہنس پڑیں۔

"Nust میں CSS۔۔۔؟" جنید بھائی اچنبھے سے طیبہ کی جانب دیکھنے لگے تو وہ ہنسی روکتے ہوئے بولی۔

"ماما CS کو CSS کہہ رہی ہیں۔۔۔ مطلب کمپیوٹر سائنس۔" جنید بھائی نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی مبادا ساس کو برا نہ لگ جائے۔

"ماما اسلامک اور ایپ کامز ہوتا ہے۔" اس نے ماں کی تصحیح کراتے ہوئے اسلامک کے "ک" اور ایپ کامز کے "ز" پر زور دیا تو وہ کھسیانی ہنسی ہنس دیں۔

"کب ٹھیک سے بولنا سیکھیں گی ماما؟" اریدہ نے مسکراتے ہوئے اپنی بی اے پڑھی ماں کو دیکھا جن کے بولنے سے کہیں سے نہ لگتا کہ وہ میٹرک سے آگے بھی پڑھی ہیں۔

شائستہ بیگم جو مزاج کی بے حد سادہ' صاف گو' صاف دل اور دنیاوی رکھ رکھاؤ کے معاملے میں اناڑی تھیں' اکثر اولاد کی تنقید کا شکار بنی رہتیں۔۔۔ بیٹیاں ماں کے برعکس دنیاوی راہ و رسم نبھانے والی' امور خانہ

داری میں طاق تھیں۔ سو اکثر ہی ماں کے لتے لیتی رہتیں۔۔۔ یہ کام کرنا ہے۔۔۔ وہ کیوں نہ کیا؟ بات ایسے کرنا ہے۔۔۔ یوں نہیں بولنا۔۔۔ مگر شائستہ بیگم کی سادگی تھی کہ جو جی میں آتا عالم بے خبری میں زبان کی نوک پر اور انہیں معلوم بھی نہ ہوتا کہ کب کیا کہہ گئیں۔۔۔ بیٹیاں گھورتی رہ جاتیں مگر وہ سادگی میں اپنی ہی جھونک میں بولتی جاتیں۔

شوہر کے انتقال کے بعد گھر کا سارا انتظام و انصرام بیوگی کی چادر اوڑھے جس سفید پوشی سے سنبھالا کوئی نہیں جانتا تھا۔۔۔ مگر حالات کے تھپیڑے بھی ان کی سادہ لوح طبیعت پہ چنداں اثر انداز نہ ہو سکے۔ مکان کے کرائے اور بینک میں جمع شدہ رقم سے کیسے تین بیٹیوں اور ایک بیٹے کو اعلا تعلیم دلوائی' ایک بیٹی کی شادی کی اور گھر کے تمام اخراجات سنبھالے یا تو وہ جانتی تھیں یا ان کا خدا۔۔۔ پھر بھی کبھی خدا سے شکوہ کناں نہ ہوئیں۔ ہمیشہ صبر کا دامن تھامے رکھا۔

☼ ☼ ☼

گھر کی حالت زار دیکھ کر وہ دونوں سالوں سے کڑھن کا شکار تھیں۔ بیس سالہ پرانا گھر' جس کا رنگ روغن ہوئے بھی زمانہ بیت گیا تھا' فرنیچر سے لے کر برتن تک ہر شے سے بوسیدگی چھلکتی۔۔۔ اب رینوویشن کا متقاضی تھا۔ سب سے خستہ حالت دروازوں کی تھی جن کی لکڑی کی چوکھٹیں دیمک لگنے کے باعث آخری سانسیں لے رہی تھیں۔ ابھی گئیں کہ گئیں۔ کھڑکیوں کی لکڑی بھی بھربھرا کر گرنے کے قریب تھی۔ فی الحال تو محض اتنا ہی بجٹ تھا کہ ترکھان کو بلوا کر تمام دروازے کھڑکیاں ٹھیک کرائے جاتے۔

"اگلے سال ہم گھر کا فرنیچر بھی تبدیل کریں گے۔۔۔ کتنا اولڈ فیشن فرنیچر ہے ڈرائنگ روم میں۔۔۔ میں تو نئے فیشن کے ڈبنگ صوفے لوں گی جس میں بیٹھ کر بندہ اندر ہی دھنس جائے۔" تو اڑی پلنگ پر بیٹھی اریدہ خیالی پلاؤ بناتی سیب کی قاشیں پھانک رہی تھی۔

"اور ہاں صحن کے لیے بڑے بڑے گملے بمعہ خوب صورت پھولوں والے پودے بھی لوں گی۔" ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ لیے وہ خلا میں کسی غیر مرئی نقطے کو گھورتے ہوئے بولے چلے جارہی تھی۔۔۔ برابر بیٹھی شائستہ بیگم نے تاسف سے سر ہلایا۔

"بس کردے شیخ چلی کی اولاد۔ واپس زمین پر آجا۔۔۔ اتنا اونچامت اڑ۔"

"کیوں ماما؟ ہم نے کیا اونچی اڑان بھری۔۔۔؟ بیس سال سے پرانا فرنیچر پڑا ہوا ہے۔ اب بھی تبدیل نہ کروائیں۔۔۔؟" سامنے سیڑھیوں پر بیٹھی طیبہ نے گود میں رکھی کتاب بند کرکے ماں کو دیکھا۔

"ایک تو مجھے یہ ماما مت بولا کر۔۔۔ پرانے زمانے کی بوا یا پھر ماموں صغیر یاد آنے لگتے ہیں۔۔۔ اللہ بخشے انہیں کیسے ہم ماما ماما کرتے ان کی ٹانگوں سے لپٹ جاتے تھے۔" ہزار بار کی سنی روداد میں ان کی قطعاً دلچسپی نہ تھی۔

"اوکے۔۔۔ اماں جی! مدعے پر آیئے نا۔" طیبہ نے ناک سکوڑی۔

"مدعا کیا۔۔۔؟ شکر کرو خدا کا بہت سے لوگوں سے بہتر ہیں ہم۔ باہر نکل کر دیکھو کیسی کیسی حالت زار ہے لوگوں کی۔" انہوں نے کانوں کو ہاتھ لگاتے استغفار کیا۔

"ہاں بہت سوہنا گھر ہے نا۔۔۔ کبھی میری دوستوں کے گھر جاکر دیکھیں۔۔۔ اسکیم تھری' بحریہ میں کیسے کیسے عالیشان محل کھڑے ہیں۔ جاکر دیکھیں تاکہ آپ کو پتا لگے کہ گھر کسے کہتے ہیں؟ ایک ہمارا گھر مرغیوں کا ڈربا ہے۔" اس نے ناک بھوں چڑھائے تو اریدہ بھی بیچ میں کود پڑی۔

"اور نہیں تو کیا جو بھی مہمان آئے اوپر سے نیچے تک یوں جائزہ لیتا ہے جیسے ہڑپہ کے کھنڈرات دیکھ رہا ہو۔"

"پھر کہتی ہیں کہ رشتے نہیں آتے۔۔۔ لو بھلا کون سی حوریں چھپا رکھی ہیں آپ نے اس مرغی خانے میں' نہ ہی کوئی اعلا بیک گراؤنڈ' نہ باپ کا سہارا' رہ گیا یہ گھر وہ بھی سونے پہ سہاگہ ہے۔ کہاں سے آئیں رشتے۔"

طیبہ استہزائیہ ہنسی۔

"ویسے اپنی اگلی پے سے میں فرنیچر نہ لے لوں؟ سیکنڈ ہینڈ فرنیچر بھی بہت اچھا' مناسب پیسوں میں دستیاب ہوتا ہے۔" اریدہ کی بات پر شائستہ بیگم نے سر پیٹ لیا۔

"سارا پیسہ یوں ہی لگا دے گی۔۔۔؟ جوڑے گی نہیں تو جہیز کیسے بنے گا؟" اس کی پے مناسب تھی اور وہ کوئی فضول خرچ بھی نہ تھی کہ اللوں تللوں پر پیسہ لگا دیتی بڑا جوڑ کر پیسہ رکھتی تھی اور مناسب موقع پر خرچ کرتی۔

"ہاں ہاں جیسے گیٹ سے باہر تو لڑکے لائن میں کمر بستہ کھڑے ہیں کہ جوں آپ اس کا جہیز مکمل کریں وہ بارات دروازے پر لے آئیں گے۔" طیبہ نے جلی کٹی سنائیں تو اریدہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"چل دفع ہو۔۔۔ جب دیکھو ماں کی ٹانگ کھینچتی ہو' اس کی بات سن کر وہ جی بھر کر بد مزا ہوئیں گویا کڑوی کسیلی گولی چبا ڈالی ہو۔

"اچھا ماما! وہ فرنیچر والے کو فون کرکے پوچھیں تاکہ بک ریک کب تک دے جائے گا۔۔۔ بن گیا ہے تو بتا دے ہم خود اٹھوا لیتے ہیں۔" اریدہ نے ماں کے بگڑتے موڈ کے پیش نظر فوراً "بات بدلی۔

"نمبر ملا دو۔۔۔ میں بات کرلیتی ہوں۔" بچوں کی سی فطرت تھی۔ نہ رو تھتیں نہ ناراض ہوتیں۔۔۔ فوراً" بہل جاتیں۔

"طیبہ کریڈٹ ہے تو نمبر ملا دے ماما کو۔" اریدہ نے طیبہ سے کہا تو شائستہ بیگم فوراً "بدکیں۔

"ہرگز نہیں۔۔۔ اس موئے موبائل کو تو میں ہاتھ نہ لگاؤں۔ ذرا جو مجھے اس میں آواز آجائے۔ کیسی فضول ایجاد ہے بھئی۔۔۔ ساری نسل کو غلام بنا رکھا ہے۔ مجھے تو کوئی سمجھ نہیں لگتی اس کی۔"

"ان پڑھ سے ان پڑھ بندہ بھی اس کو استعمال کرلیتا ہے۔ ایک آپ ہیں۔" وہ کچھ لمحے بیٹیوں کو دیکھنے لگیں پھر مان گئیں۔ طیبہ نے کال ملا کردی۔

"کیا نام ہے اس بندے کا۔۔۔؟" دوسری طرف بیل جارہی تھی۔ وہ کان سے لگائے لگائے ہی نام پوچھ رہی تھیں۔

"خان۔۔۔" طیبہ نے آگے کیا کہا ان کی توجہ ہی نہ رہی۔ دوسری طرف سے کال ریسیو کرلی گئی تھی۔

"جی یہ خان بلڈرز ہیں۔۔۔؟ بیٹا آپ فرنیچر بناتے ہیں نا۔" پیچھے وہ دونوں پیٹ پر ہاتھ رکھے ہنستے ہنستے دوہری ہو رہی تھیں۔ وہ ناسمجھی میں دوسری جانب سے کہے جانے والے جملے پر غور کرنے لگیں۔

"باجی میں ٹیکسی آلا آصف آں۔۔۔ کے ہوئی گیا اے۔" وہ طیبہ کا ٹیکسی ڈرائیور تھا۔ وہ خجل سی ہو گئیں۔

"او بیٹا معاف کرنا۔۔۔ غلط نمبر مل گیا۔" موبائل کان سے ہٹاتے انہوں نے طیبہ کو گھورا۔

"تو نے ٹیکسی والے کا نمبر ملا دیا۔۔۔" طیبہ ہنسی روکتے ہوئے بولی۔

"نمبر کو چھوڑیں ماما۔۔۔ پہلے یہ تو بتائیں کہ بلڈرز کب سے فرنیچر بنانے لگے۔۔۔؟" وہ دونوں پھر سے قہقہہ لگا کر ہنس دیں۔۔۔ انہیں اب اپنے کہے گئے جملے کا احساس ہوا تو وہ خود ہی ہنسنے لگیں۔

☼ ☼ ☼

اریدہ سو کر اٹھی تو نگہت آنٹی آئی بیٹھی تھیں۔ انہوں نے اپنے بڑے بیٹے کا نکاح کیا تھا سو اسی خوشی میں ڈھیروں مٹھائی اور زردہ لائی تھیں۔۔۔ ان سے علیک سلیک کرکے وہ باورچی خانے میں چلی آئی۔ چائے کا پانی چڑھا کر کیبنٹ کھول کر دیکھا۔۔۔ حسب توقع گھر میں بسکٹ کے سوا کچھ نہ تھا۔

ایسا ہرگز نہ تھا کہ وہ اتنے گئے گزرے تھے کہ مہمانوں کی خاطر داری ٹھیک سے نہیں کرسکتے تھے بس ماں کی تساہل پسندی اور بھائی کی کاہلی آڑے آجاتی کہ مدتوں گھر میں کچھ آکے نہ دیتا۔

اس نے جلدی سے لوازمات ٹرے میں نکالے اور ابھی صحن کی جانب بڑھی ہی تھی کہ پیروہیں تھم سے گئے۔

"نگہت! اریدہ کے لیے بھی کوئی لڑکا دیکھ کر رکھو، شریف لوگ ہوں اور کماتا ٹھیک ہو بس۔۔۔ میں بہت فکر مند رہتی ہوں اس کی طرف سے۔" پہلے وہ ماں کی ان باتوں پر زچ ہوتی تھی مگر اب اس نے ماں سے الجھنا چھوڑ دیا تھا۔ ہاں اس کو اب بھی تذلیل محسوس ہوتی جب ہر آئے گئے کے سامنے وہ یہی پنڈورہ باکس کھول کر بیٹھ جاتیں۔

"ہاں ہاں ضرور دیکھوں گی۔" نگہت آنٹی کے گول مول جواب پر وہ خاموش ہو گئیں۔

نگہت آنٹی کے جانے کی دیر تھی کہ طیبہ نے ان پر چڑھائی کر دی۔

"کیا ضرورت تھی نگہت آنٹی سے کچھ کہنے کی۔۔۔ لوگوں کے قریب کی نظر کمزور نہیں ہوتی کہ آپ انہیں بتانے بیٹھ جاتی ہیں۔ ہر کسی کو بہت اچھی طرح نظر آتا ہے۔۔۔ اوروں کو چھوڑیں یہ نگہت آنٹی جن کے سامنے آپ دکھڑے رو رہی تھیں انہوں نے کبھی آپ کی بیٹیوں کے لیے کیوں نہ سوچا۔۔۔ اتنا پرانا ساتھ ہے آپ کا۔" اس کا انداز بہت کچھ جتا رہا تھا اور وہ خاموش کھڑی سنتی رہیں۔۔۔ کیا کہتیں؟ اتنے رشتے دار، جاننے والے تھے مگر ان میں سے کسی نے آج تک ان کی کسی بیٹی کے لیے سوال نہ کیا تھا۔ بڑی بیٹی بھی انجان لوگوں میں ہی بیاہ دی اور اب۔۔۔

نگہت آنٹی ڈھیروں مٹھائی اور چاول دے کر گئی تھیں کہ محلے بھر میں بانٹنے کے بعد بھی بچ جاتے۔ خود وہ شوگر کی مریض تھیں، احمد مٹھائی پسند نہ کرتا اور ان دونوں کے ارض بلد اور طول بلد تک پھیلتے رقبے کے پیش نظر وہ ساری مٹھائی اور چاول ان کے سپرد نہیں کر سکتی تھیں لہٰذا کچھ مٹھائی اور چاول اپنے لیے الگ کیے اور باقی اوپر کرائے داروں کے لیے نکال لیے۔

"طیبہ چل میرے ساتھ، اوپر دے آئیں۔" طیبہ ایک ہی جست بھرتی پلیٹیں اٹھائے ماں کے ساتھ ہو لی۔ اوپر کا تین کمروں کا پورشن انہوں نے ایک فیملی کو دے رکھا تھا جن کے چار بچے تھے۔ دونوں میاں بیوی بہت ملنسار اور شریف النفس تھے لہٰذا شائستہ بیگم کو کبھی ان کی طرف سے کسی قسم کی پریشانی نہ ہوئی۔ الٹا لگے ہاتھوں ان کے بہت سے کام کر دیتے۔

"ارے آنٹی کیا اریدہ کی بات پکی کر دی ہے؟" شائستہ بیگم نے بڑی گرمجوشی سے پلیٹیں ان کی طرف بڑھائی تھیں۔۔۔ ان کی بات پر آنکھوں کی جوت یکدم بجھ گئی۔

"اللہ وہ دن بھی لائے گا۔۔۔ یہ میری سہیلی دے کر گئی ہے۔ اس نے بیٹے کا نکاح کیا ہے۔ کافی زیادہ دے کر گئی تھی۔ رکھنے کی جگہ تھی نہیں اور کھائے جانے نہیں تھے تو سوچا تمہیں دے آؤں۔" ماں کی اس درجے صاف گوئی پر ساتھ کھڑی طیبہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچی۔

☼ ☼ ☼

"ماما اس بار عید پر ہم قربانی کریں گے ناں۔" دروازے کھڑکیاں نئے لگ گئے تھے۔ چلو کچھ تو نیا پن آیا تھا۔ وہ خوش تھیں۔ سو اگلی فرمائش جھاڑ دی۔

"مشکل لگ رہا ہے۔" وہ چاول چنتی جاتیں اور بڑھتی ہوئی مہنگائی کا رونا روتی جاتیں۔

"ہر سال ہم قربانی کرتے ہیں۔۔۔ اس بار بھی کریں گے ناں۔" طیبہ نے ہونٹ بچوں کی طرح لٹکا کر بات بنائی۔

"کہا نا مشکل ہے۔۔۔ اریدہ کی تنخواہ بھی اب گھر کے خرچے میں لگنے لگی ہے۔ کہاں سے لاؤں پیسے۔"

"عید پر قدسیہ بھی ادھر ہی ہو گی۔۔۔ سوچا تھا اس کی دعوت کریں گے مگر۔۔۔" وہ پنسل منہ میں دبائے اب کچھ سوچنے لگی۔

"ہو جائے گی دعوت۔۔۔ محلے بھر سے ٹھیک ٹھاک گوشت آ جاتا ہے۔ سب ملا کر بنا لینا ایک دو چیزیں۔"

"ماما! محلے والے تب دیتے تھے جب ہم بھی بانٹتے تھے۔۔۔ اس دفعہ ہم نہیں دیں گے تو کوئی ہمیں نہیں دے گا۔ رمضان میں بھی ہم کسی بھی بدلے کے لالچ کے بغیر افطاریاں بنا بنا کر بھیجتے ہیں کہ کیا خبر آج کسی کے گھر افطاری پر کچھ نہ بنا ہو، آج کسی کی طبیعت خراب ہو تو وہ کچھ بنانے کی ہمت نہ رکھتا ہو۔۔۔ اور جہاں جہاں سے افطاری آتی ہے نا وہ اسی لیے کہ بدلہ مکانا ہوتا ہے۔ ایک رمضان نہ بھجوا کر دیکھیں۔۔۔ کوئی نہیں بھجوائے گا۔" اریدہ نے سولہ آنے سچ بات کی تھی۔

"جب لالچ نہیں ہوتا تو اس بات کو دہرانے کا فائدہ۔ انسان جب کسی کے ساتھ احسان کرتا ہے تو پھر کر کے بھول جانا چاہیے، کہیں پر بیٹھ کر اسے دہرانا نہیں چاہیے۔۔۔ جتانا نہیں چاہیے ورنہ سب نیکی یوں ضائع ہو جاتی ہے جیسے انسان ایک باغ لگائے اور پھر اس میں اپنے ہاتھوں ہی آگ لگا دے۔"

جب ماں ایسی باتیں کرتیں تو دونوں کو یقین ہی نہ آتا کہ ان کی بھولی ماں بھی ایسی دانائی کی بات کر سکتی ہیں۔

دو روز بعد ان کی رشتے کی بھتیجی نے، جو امریکہ میں مقیم تھی، پاکستان آنا تھا۔ اریدہ اور طیبہ کی بڑی جمتی تھی قدسیہ سے۔۔۔ سو لازمی تھا کہ وہ کچھ روز رہنے کے لیے ان کے ہاں بھی آئے گی۔

"آئے ہائے۔۔۔ فٹ پاتھ پر تو چلنے کی جگہ تک نہیں۔ ایسا بکروں کا میلہ لگا رکھا ہے کہ بندہ گزرنے سے بھی رہا۔ سڑک پر اترو تو گاڑیاں چڑھ دوڑیں اور فٹ پاتھ پر بکرے۔۔۔ چلنا محال ہو گیا ہے۔" گیٹ سے اندر داخل ہوتے، ڈھیروں شاپرز سے لدی پھندی با آواز بلند شائستہ بیگم بولتی چلی آ رہی تھیں۔ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی خوشی سے چلا اٹھیں۔

"ارے۔۔۔ قدسیہ میری بچی۔" شاپرز وہیں چھوٹ گئے اور بھتیجی کے لیے بازو وا کیے وہ اس کی جانب لپکیں۔

"بس پھپھو دو دن ہی ہوئے اور آج آپ کی محبت کھینچ لائی۔" ان کے گلے لگی قدسیہ کے لب و لہجے سے سچی اور مخلص محبت چھلک رہی تھی۔

"بہت اچھا کیا۔۔۔ ماشاء اللہ بڑا روپ آ گیا ہے گوروں کے ملک رہ کر۔ لگتا ہے آب و ہوا راس آ گئی ہے وہاں کی۔ اور میاں نہیں آئے؟" ان کا جوش دیدنی تھا۔

"جی وہ بھی آئے ہیں۔" اپنا اسٹائلش سا ہیر کٹ اس نے ہاتھوں سے درست کر کے بڑی سادگی سے جواب دیا۔

"طیبہ! سودا سمیٹ لو اور بہن سے کچھ کھانے کا بھی پوچھا ہے کہ نہیں؟ تین سال بعد آئی ہے۔" وہ دل ہی دل میں اس کی بلائیں لینے لگیں۔

"عید کر کے ہی جاؤ گی نا۔" طیبہ نے لوازمات میز پر رکھتے اس کی جانب پلیٹ بڑھائی۔

"ارادہ تو یہی ہے۔۔۔ مہینے کے لیے آئی ہوں تو عید تو کر کے ہی جاؤں گی۔"

"وہاں بھی عید پر ایسی ہی رونق ہوتی ہے قدسیہ جیسی پاکستان میں ہوتی ہے؟" شائستہ بیگم نے چٹنی کا باؤل اس کے آگے رکھا۔

"نہیں وہاں تو رمضان کا نام صرف افطاری کرنا ہے اور جب جس کا دل چاہا عید منائی۔ اپنے ملک کی تو بات ہی اور ہے، تہوار یہاں کا کلچر۔۔۔ وہاں بہت مس کرتے ہیں ہم۔" کانٹے سے شامی کباب کاٹ کر اس نے منہ میں رکھتے تفصیلی جواب دیا۔

"یہاں تو لوگوں کی عید کی تیاریاں ایسے چل رہی ہیں۔۔۔ بازاروں میں تل دھرنے کی جگہ نہیں۔ بندے پر بندہ اور بکرے پر بکرا۔ حالانکہ "برڈ فلو" کے باعث سنا تھا کہ لوگ بکرے نہیں خریدیں گے مگر۔۔۔" سامنے بیٹھی طیبہ کی بتیسی باہر نکلتے دیکھ کر وہ ٹھٹکیں۔ قدسیہ نے سر کی جنبش سے اسے سرزنش بھی کی مگر وہ بھی آخر طیبہ تھی۔ سدا کی ڈھیٹ۔

"ماما! بکروں کو برڈ فلو کب سے ہونے لگا؟" ماں کو ٹوکے بنا گزارہ نہ تھا۔

قدسیہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔

"تو کیا ہوتا ہے انہیں۔۔۔؟ کچھ ہوتا تو ہے نا۔" وہ معصومیت سے پوچھنے لگیں۔

"وہ کچھ کانگو وائرس ہوتا ہے۔۔۔ برڈ فلو مرغیوں میں ہوا کرتا ہے۔" اریدہ دوپٹے سے ہاتھ پونچھتی وہیں چلی آئی۔

"ہاں وہی۔۔۔ اب بندے کو کیا پتا کون سی وبا کس

جانور کو ہوتی ہے؟؟"

"برڈ فلو۔۔۔ برڈ مطلب پرندہ۔ بکرے میرا نہیں خیال کہ پرندوں میں شمار ہوتے ہیں۔" طیبہ نے مصنوعی سنجیدگی سے جتایا۔

شائستہ بیگم سنی ان سنی کرتے سموسے سے لطف اٹھانے لگیں۔

"ویسے ماما قسم سے آپ کی بی اے کی ڈگری چیک کروانا چاہیے۔ وہ بھی جو لاہور جیسے شہر میں رہ کر حاصل کی گئی ہو۔۔۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آپ لاہور میں رہی ہیں؟" طیبہ کی زبان میں مزید کھجلی ہوئی۔

"تو لاہور میں رہنے والوں کے پر نکل آتے ہیں یا سینگ؟" طیبہ کی بات پر قدسیہ کو کافی غصہ آیا۔

"بندہ کچھ تو بدلتا ہے نا۔"

"شرم کرو کچھ حیا کرو۔" طیبہ کے ایک دھموکا قدسیہ نے جڑا تو وہ بلبلا اٹھی۔

"انہیں کوئی شرم لحاظ نہیں۔ جو دل میں آیا بک دیا۔" متاسف نگاہوں سے دیکھتیں وہ عصر کی نماز پڑھنے کو اٹھ کھڑی ہوئیں۔

☼ ☼ ☼

بقر عید میں اب ہفتہ ہی رہ گیا تھا۔۔۔ گھر کی مرمت، بجلی، پانی کے بل کی مد میں خاصا خرچا ہو گیا تھا۔ سو اس عید پر قربانی کی قطعاً" گنجائش نہ رہی۔۔۔ خود ان کا دل بھی خفا تھا مگر جتایا نہیں کہ بچیاں اور دل گرفتہ ہوں گی۔

"اس عید پر فریحہ باجی کی عیدی بھی لے جانا ہے۔" سودے کی لسٹ بناتے، پنسل منہ میں دابے گہری سوچ میں ڈوبی طیبہ کو یکدم یاد آیا۔

"کیوں اس کی عیدی کیوں لے کر جانا ہے۔۔۔ اب تو اتنا وقت گزر گیا اس کی شادی کو۔" قدسیہ وہیں باورچی خانے کے دروازے میں ہی کرسی ڈالے بیٹھی تھی۔

"قربانی ہم کر نہیں رہے۔۔۔ عیدی تو بجھوادیں۔ ان کی ساس کیا سوچیں گی ایسے ٹٹ پونجے لوگ ہیں کہ عید پر بھی بیٹی کو نہ پوچھا۔" کچھ یاد آنے پر وہ پھر سے سودے کی لسٹ میں چند اشیا کا اضافہ کرنے لگی۔

"اس کی بات میں دم ہے۔" قدسیہ کے سراہنے پر اس نے فرضی کالر جھاڑے۔

"بس جی ہم ماہد ولت کے باعث اس گھر کی گاڑی چل رہی ہے۔"

"چل اب گاڑیوں کے خواب دیکھ رہی ہے۔" شائستہ بیگم برابر والے کریانے سے سوکھا دھنیا ہاتھ میں لیے ہانپتی کانپتی اندر آئیں سو انہیں پوری بات سمجھ نہ آئی تھی۔

"ماما میرا مطلب تھا۔۔۔" وہ ہکلائی۔

"بس رہنے دے تیرے سارے مطلب جانتی ہوں۔ اٹھ کر پانی پلا۔" اس کی بات کاٹ کر وہ وہیں برابر والی پیڑھی گھسیٹ کر بیٹھ گئیں۔ طیبہ نے کولر سے پانی کا گلاس بھر کر ان کی طرف بڑھایا۔

"ماما کل بازار جانا ہے فریحہ باجی کی عیدی لینے۔" اریدہ نے بڑے محتاط لہجے میں بات کی۔ وہ جانتی تھی کہ پچھلے کچھ عرصے سے ان کا موڈ سخت بگڑا ہوا ہے۔ بجلی، پانی بھلے سے آئے نہ آئیں۔۔۔ ڈھیروں بل ضرور آتا تھا۔ شائستہ بیگم نے اسے خشمگیں نگاہوں سے گھورا

"تم لوگوں کا باپ فیکٹریاں نام لگوا کر نہیں گیا تھا۔ شرم حیا تو ہے ہی نہیں نا دیدوں میں۔ جب دیکھو خرچے کی بات کریں گی۔" ان کے تن بدن میں غصے کی لہر دوڑ گئی۔

"قربانی تو ہم کر نہیں رہے کم از کم بندہ ایک سوٹ ہی خرید لے۔ ان کے سسرال والے بھی کیا سوچیں گے۔۔۔ ویسے تو کبھی دینا دلانا ہوتا نہیں، مڑ کر آپ نے کبھی پوچھا نہیں۔ عید پر تو بندہ بیاہی بیٹی کی عزت رکھ لے۔ شکر کریں اتنے اچھے سمدھیانے ملے ہیں کہ کبھی شکوہ نہیں کیا۔۔۔ ہمیشہ سکھی رکھا آپ کی بیٹی کو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ایک عید کے تہوار پر بھی آپ انہیں نہ پوچھیں۔"

اریدہ اسے ٹہوکے مارتی رہی مگر وہ اب خاموش ہونے والوں میں سے نہ تھی۔

"عید پر داماد بیٹی کو کچھ دینا دلانا تو ہوتا ہے۔۔۔ کل کو

خدانا خواستہ ہم دونوں کے سسرال والے باجی کی سسرال کی طرح اچھے نہ نکلے تو ہمارا جینا حرام ہو گا نا۔۔۔ آپ تو ہمیں گھر سے نکلوا کر ہی دم لیں گی۔ ہمارا گھر اجاڑ کر رہیں گی۔" اس کے الفاظ انہیں چابک کی طرح لگے۔

"طیبہ بکواس بند کرو اپنی۔" قدسیہ نے آگے بڑھ کر اسے سختی سے جھنجھوڑ ڈالا۔

سامنے بیٹھی شائستہ بیگم کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا۔۔۔ اتنی بے وقعت تھیں کہ اولاد نے بے تقصیر اتنی باتیں سنا ڈالیں۔۔۔ وہ اپنی بیٹیوں کا گھر اجاڑیں گی۔۔۔ ایک ماں؟ لڑکھڑاتے قدموں سے اٹھیں اور اپنے کمرے کی جانب چل دیں۔ اب سننے کو رہ کیا گیا تھا؟

"کس قدر کمینی ہو تم طیبہ۔۔۔ ماں ہیں تمہاری مگر مجھے تو یوں لگ رہا تھا کہ تم ماں ہو ان کی۔۔۔ وہ سادہ دل ہیں۔ نہیں سمجھ سکتیں کہ کیا کیسے کب برتنا ہے۔ کیا بول دیتی ہیں وہ۔۔۔ مگر اس کا یہ مطلب ہو گیا کہ تم ماں کی بے عزتی کرنے لگو۔۔۔ طریقے سے بھی سمجھایا جا سکتا تھا۔ کل سے تم لوگوں کی موشگافیاں دیکھ رہی ہوں۔" غصے سے قدسیہ کا چہرہ دہک اٹھا۔

"پاکستان اور امریکہ میں یہی فرق تو ہے کہ یہاں رشتوں کا لحاظ ہے۔۔۔ اگر یہ بھی نہ رہا تو کیا فرق رہ جائے گا۔"

وہ دونوں اضطراری کیفیت میں پہلو بدل کر رہ گئیں۔

اس دن کے بعد سے شائستہ بیگم کو چپ سی لگ گئی۔۔۔ ان دونوں کی ہمت ہی نہ ہوتی انہیں مخاطب کرنے کی پشیمانی ہی پشیمانی۔ پچھتاوا ہی پچھتاوا۔

دونوں کو ماں کو لتاڑنے کی بری عادت پڑ چکی تھی اور شاید وہ بھی سننے کی عادی ہو گئی تھیں۔۔۔ مگر اس بار تو حد سے گزر گئیں۔ اب ماں کی غیر معمولی خاموشی انہیں ہولائے دے رہی تھی۔ قدسیہ بھی دو چار روز رہ کر جہلم چلی گئی اور جاتے ہی فون کھڑکایا۔۔۔ اپنے دیور کے لیے اریدہ کا رشتہ مانگا تھا۔۔۔ شائستہ بیگم تو نہال ہو گئیں۔ ان کی لاڈلی بھتیجی فرشتہ ثابت ہوئی تھی۔ ساری برہمی، خفگی بھول بھال ایسی شادماں تھیں کہ کوئی ٹھکانہ نہیں۔

"آج تمہاری آخری چاند رات ہے نا۔" صحن کی پیلی بتی والا بلب جلائے وہ کام نبٹا کر اب ہتھیلی پر پھول بوٹے بنا رہی تھی۔

"خدا نہ کرے میری آخری چاند رات ہو۔" اریدہ نے منہ بسورا۔

"مطلب ہمارے ساتھ اس گھر میں۔" وہ اداسی سے اریدہ کی ٹھوڑی چھو کر بولی۔

"اچھا زیادہ جذباتی مت ہو۔۔۔ یہ کوئی چاند رات نہیں ہے۔ بقر عید کی چاند رات نہیں ہوتی کیونکہ چاند دس دن پہلے نکل چکا ہوتا ہے۔" وہ یونہی ماحول کو ہلکا پھلکا کرنے کی غرض سے بولی۔

"عید کی پچھلی رات چاند رات ہی ہوتی ہے۔۔۔ سب کہتے ہیں۔"

"سب پاگل ہیں۔"

"ہم سے بڑھ کر کون پاگل ہو گا۔" دونوں ایک ساتھ ہنسنے لگیں۔

"سچ میں تمہارے بغیر ماما کو تنگ کرنے کا مزا نہیں آئے گا۔" اس کی بھوری آنکھوں میں یکدم شرارت لپکی۔

"خبردار طیبہ۔۔۔ ماما کو ستایا۔ قدسیہ کے سامنے اتنی سبکی ہوئی کہ ناقابل بیان ہے۔ انہیں عقل دلانے کے لیے یہ سب بکواس ضروری تھی کیا؟" بہن کو ناصحانہ انداز اپناتے دیکھ کر اس نے کندھے اچکائے۔

"انہیں سمجھنا چاہیے۔ ایسے زندگی نہیں گزرتی۔ ہمارے بعد کیا کریں گی۔"

"جتنی زندگی گزرنا تھی نا گزر گئی۔ دنیا میں برے لوگ بھی بڑی مہارت سے سروائیو کرتے ہیں نا تو اچھے لوگ، سادہ لوگ کیوں سروائیو نہیں کر سکتے۔۔۔ دنیا اچھے لوگوں کی وجہ سے چلتی ہے۔ برے لوگوں کی وجہ سے نہیں۔۔۔ وہ جیسی ہیں بہتر ہے انہیں ویسا رہنے دیا جائے۔ یہ ان کی فطرت ہے اور فطرت نہیں بدلا کرتی۔" طیبہ خاموشی سے سر جھکائے بہن کو سنتی رہی۔

☆ ☆ ☆

عید والے روز وہ صبح سات بجے ہی اٹھ بیٹھی۔ باورچی خانے سے برتنوں کے کھڑکنے کی آواز آ رہی تھی۔ یقیناً" شائستہ بیگم میٹھا بنا رہی ہوں گی۔۔۔ اریدہ ابھی سوئی پڑی تھی۔ وہ جلدی سے منہ ہاتھ دھوتی بال سمیٹتی باورچی خانے میں چلی آئی۔

"عید مبارک ماما۔" ان کے گلے میں پیچھے سے بانہیں ڈالے وہ لپٹ گئی۔ وہ شیر خورما ڈونگے میں ڈالتے ہوئے چونکیں۔

"عید مبارک بیٹا۔" اسے خود سے لگاتے پیار کیا۔

"مجھ سے ناراض ہیں نا ماما۔" اسے بری طرح رونا آ گیا۔

"نہیں میں بھلا کیوں ناراض ہوں گی۔" انداز بے ریا تھا۔

"ہم کتنی بری بیٹیاں ہیں۔۔۔ آئی ایم سوری ماما۔" اس کے رخسار آنسوؤں سے تر تھے۔ انہوں نے اسے اپنے سینے سے بھینچ لیا۔ ماں تھیں اور کیا کرتیں۔

"یہ صبح صبح ماں بیٹی کیا نیر بہا رہی ہیں۔" اریدہ مندی مندی آنکھوں سے متحیر کھڑی تھی۔ وہ تو ہاتھ بٹانے آئی تھی مگر وہاں کا تو منظر ہی بدلا ہوا تھا۔

"آج سے طیبہ میرا ہاتھ بٹائے گی۔۔۔ یہ تمہاری اس گھر میں آخری عید ہے نا تو تم آرام کرو۔ میری اچھی بیٹی آج کام کرے گی۔" وہ حیرت سے منہ کھولے ماں کی بات سن رہی تھی۔

"م۔۔۔ میں۔۔۔ نہیں ماما۔ اریدہ ہے نا۔" مدد طلب نگاہوں سے اس نے بہن کو دیکھا تو وہ مسکراتے ہوئے لاپروائی سے کندھے اچکاتی واپس پلٹ گئی۔

"ماما! آج تو عید ہے نا۔۔۔ پرسوں سے ہاتھ بٹاؤں گی۔" دنیا جہاں کی معصومیت چہرے پر سجائے اس نے کھسکنے کی کی۔

"چل شاباش۔۔۔ اچھی بیٹی ہونے کا ثبوت دے۔ آج ماں آرام کرے گی اور اچھی بیٹی کام۔" وہ دانتوں میں انگلی دبائے کھسکنے کے بہانے ڈھونڈ رہی تھی مگر سب بے سود۔ چکن دھوتی وہ کڑاہی کا مسالا تیار کرنے لگی تب ہی باہر صحن میں شور سا اٹھا۔۔۔ لوگوں کے بولنے کی آواز۔۔۔ بکرے کی منمناہٹ۔۔۔ عید مبارک کا شور۔۔۔ وہ کفگیر ہاتھ میں لیے باہر آئی۔

صحن میں قدسیہ اپنے میاں کے ساتھ بکرے کی رسی پکڑے کھڑی تھی۔

"میں نے سوچا یہ عید اپنی دیورانی کے ساتھ منالوں۔ یہ بکرا تمہاری عیدی ہے۔" قدسیہ نے پیار سے اریدہ کے بازو میں چٹکی بھری تو وہ جھینپ گئی۔

وہ کفگیر اٹھائے حیرت سے سارا منظر دیکھ رہی تھی۔۔۔ ابھی اسے ڈھیروں کام سمیٹنا تھا۔۔۔ تیار ہو کر بکرے سے ملاقات کے بعد سب کے ساتھ مل کر عید منانا تھی۔۔۔ شائستہ بیگم کا بیس سالہ پرانا گھر آج عید کی خوشیوں سے مہک رہا تھا۔

☆ ☆